اجتہاد کا تصور، شرائط، فقہ المقاصد، ایک اجمالی جائزہ

The Concept of Ijtehad, its conditions & objectives- An Overview

Shakil Ahmed
PhD Research scholar
Allama Iqbal Open University Islamabad
Shakilahmed256.sa@gmail.com

Saad Jaffar
Lecturer
Abbottabad University of Science and Technology
Saadjaffar@aust.edu.pk

ABSTRACT

Ijtihad is a fundamental and important aspect of Islamic Shari'ah which solves up-to-date problems of the followers of Shari'ah in every age in the light of Qur'an and Sunnah. Ijtihad remained active in Ummah in one form or the other. The jurists have formulated some principles for Ijtihad and Mujtahid. In this paper, we not only discuss the importance and philosophy of Ijtihad but, we also explain the requirements for Ijtihad and Mujtahid. We further elaborated on the sciences that a Mujtahid should be an expert in performing Ijtihad. The role of Shariah (Fiqh ul-Maqasid) in practical life and importance of having its knowledge for a Mujtahid is also briefed. It has been clarified that there is a need to create modern institutions for collective Ijtihad in the present time, the scholars of the Ummah should try to do so to address the problems of people in a proper way.

Key words: Ijtihad, Mujtahid, Fiqh ul-Maqassid, Collective Ijtihad.

اجتہاد کو علوم اسلامیہ اور خاص طور پر فقہی ادب میں اہم مقام حاصل ہے اور اس کے بنیاد قرآن وسنت ہیں اور فرع اجماع اور قیاس ہیں، دور نبوی سے لے کر آج تک اس کی اہمیت مسلم رہی ہے امت کے بہترین دماغوں نے اسے سینچا اور فقہاء عظام نے اس میں اپنی صلاحیتیں صرف کیں اور علوم کے انبار لگا دیے جس کی نظیر اقوام عالم ومذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ اجتہاد ایک نازک اور انتہائی ذمہ داری کا کام ہے یقیناً اس کے لیے اسکی شرائط بھی اتنی ہی کڑی ہوں گی وہ ذہانتیں جو قدرت کی فیاضیوں نے ابتدائی دور کے فقہاء کرام کو عطا کی تھی اب نہیں ہیں اب وہ صلاحیتیں مفقود ہو چکی ہیں اور دور حاضر میں جدید مسائل کے حل کا واحد راستہ اجتہاد اور خصوصیت کے ساتھ اجتماعی اجتہاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور مسلمان کا ہر عمل دین کے مطابق ہونا ہی ضروری ہے اور جدید مسائل کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا واحد زریعہ اجتہاد ہے اور اجتہاد ہی قانون اسلامی کو وسعت دینے کے ساتھ اس گلوبل چیلنجز کا مقابلہ کرنے کے مطابق بناتا ہے اور یہی شریعت اسلامی کا امتیاز ہے کے ہر دور کے پیش آمدہ مسائل کو اجتہاد کے زریعہ حل کرتا ہے۔

اجتھاد کا لغوی معنٰی:

ابن فارس لکھتے ہیں:

"جهد: الجيم والها، والدال اصلة المشقة ... والجُهد: الطاقة. قال الله تعالى، والنظرين لا يجدون الا جهدهم (التوبة/7)... ومما يقارب الباب: الجهاد: وهي الارض اصلبه"[1]

یعنی جَہد کا معنٰی "مشقت" اور "جُہد" کا معنٰی "طاقت" کا ہے۔

امام مطرزی رقمطراز ہیں:

"جهد (جَهَدَه)! حمله فوق طاقته.. ومنه قول عمر في المؤذن: يجهد نفسه ... والجهد والجهود المشقة ... واجتهد والجهاد مصدر (جاهدت) العدو: اذا قابلته في تحمل الجهاد او بذل كل منكما (جُهده) اى طاقته في دفع صاحبه"[2]

یعنی کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا، اور اسی سے حضرت عمر کا مؤذن کو فرمان ہے۔ کہ وہ اذان میں اپنی پوری طاقت خرچ کرے۔ جَہد اور جہود کا معنیٰ مشقت ہے۔ اور جہاد مصدر ہے (باب مفاعلہ کا)۔ اور جاھدت العدو کا معنیٰ ہے جب آپ مشقت برداشت کرکے دشمن کا مقابلہ کریں اور آپ اور آپ کا مقابل دونوں اپنی پوری طاقت اپنے ساتھی کو پچھاڑنے اور دفع کرنے میں خرچ کردیں۔

امام اسماعیل بن حماد جوھری "الصحاح" میں لکھتے ہیں:

"وَالْجَهْدُ بِالْفَتْحِ الْمَشَقَّةُ يُقَالُ: (جَهَدَ) دَابَّتَهُ وَ (أَجْهَدَهَا) إِذَا حَمَلَ عَلَيْهَا فِي السَّيْرِ فَوْقَ طَاقَتِهَا وَ (جَهَدَ) الرَّجُلُ فِي كَذَا أَيْ جَدَّ فِيهِ وَبَالَغَ وَبَابُهُمَا قَطَعَ. وَ (جُهِدَ) الرَّجُلُ عَلَى مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ فَهُوَ (مَجْهُودٌ) مِنَ الْمَشَقَّةِ. وَ (جَاهَدَ) فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مُجَاهَدَةً) وَ (جِهَادًا) وَ (الِاجْتِهَادُ) وَ (التَّجَاهُدُ) بَذْلُ الْوُسْعِ وَ (الْمَجْهُودِ)"[3]

الجُھد: (جیم مفتوح اور مضموم) طاقت۔۔۔ الجَھد، مشقت، سختی کہا جاتا ہے۔ جھد راءتہ واجھدھا: اس نے اپنی سواری کو مشقت میں ڈالا، اور اسیر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالا۔ جھد الرجل فی کذا، یعنی آدمی نے کسی کام میں سخت محنت کی۔ جَاھَدَ۔۔۔ اس کا مصدر مجاھدۃ، جھاد، اجتھاد، اور التجاھد (مختلف ابواب میں یہ مصادر ہیں) ہے۔ جس کا معنیٰ مقدور بھر کوشش کرنا ہے۔

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

"وجھدت فلانا اذا بلاغت مشقته علیٰ ان یفعل کذاو کذا۔ ابن السکیت، الجھد الغایة، قال الفراء، بلغت بالاجتحد! ای الغایة۔ جھد الرجل فی کذا: ای جد فیه و بالغ۔۔۔ این عرفه الجُھد الوسع والطاقه والجھد: البالغة ، ومنه قوله عز و جل: جھد الایمانھم۔ای بالغوانی الیمینوالاجتھاد والتجاھدو: بدل الوع فی حدیث معاذ: اجتھد ای الاجتھاد: ای بذل الوسع فی طلب الامر وھو افتحال من لجھد الطاقة"[4]

اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ کسی معاملہ کی جانب اور جستجو میں اپنی مکمل طاقت خرچ کرنا، اور اس میں مبالغہ کرنا اور اجتھاد اور تجاھد کا معنی بھی کسی کام اور امر کی تلاش میں اپنی پوری طاقت صرف کرنا ہے۔

تمام لغات کو سامنے رکھتے ہوئے ج،ہ،د کے مادہ سے ذیل معانی ماخوذ ہوتے ہیں:

1۔مشقت

2۔طاقت

3۔برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنا۔

4۔کسی معاملہ اور کسی امر کی جستجو وتلاش میں مبالغہ کرنا۔5۔کسی بات کی جستجو میں غایت اور انتہا تک پہنچنا۔

اجتھاد کا اصطلاحی معنٰی:

حضرت شاہ ولی اللہ اجتھاد کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

"حَقِيقَة الإجتهاد على مَا يفهم من كَلَام الْعلمَاء استفراغ الْجهد فِي إِدْرَاك الْأَحْكَام الشَّرْعِيَّة الفرعية من أدلتها التفصيلية الراجعة كلياتها إِلَى أَرْبَعَة أَقسَام الْكتاب وَالسّنة وَالْإِجْمَاع وَالْقِيَاس"[5]

اجتھاد کی حقیقت یہ مفہوم ہوتی ہے کہ: احکام شریعہ کو ان کے تفصیلی ادلہ سے حاصل کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت لگادینا جن تفصیلی احکام کی کلیات چار اقسام، کتاب، سنت اور اجماع وقیاس کی طرف راجع ہیں۔

فقہ حنفی کے مشہور امام اور صاحب تنویر الابصار لکھتے ہیں:

"هو دعة بذل الطاقة فی تحصیل ذی کلفة: واصطلاحاً وملا من الفقيه فی تحصیل حکم شرعی ظنی"[6]

لغت میں کسی مشقت والے کام کے حصول میں طاقت خرچ کرنے کا م اجتھاد ہے اور اصطلاح میں حکم شرعی کے حصول کے لئے کسی فقیہ کا اپنی طاقت کو صرف کرنے کا نام اجتھاد ہے۔

امام حافظ محمد بن علی بن محمد الشوکانی لکھتے ہیں:

"استفراغ الوسع فی طالب الظن بشیئ من الاحکام الشرعیہ علیٰ وجہ یحسن من النفس العجز عن المزید علیہ، وبھذا القید خرج اجتہاد المقصد، فانہ لایعد فی الاصطلاح اجتہادا معتبرا"[7]

کسی فقیہہ کا کسی حکم شرعی عملی کو ظنی طور پر حاصل کرنے کا نام اجتہاد ہے۔اور احکام شرعیہ کو ظنی طور پر حاصل کرنے کے لئے اپنی طاقت کو اس قدر خرچ کر دینے کا نام اجتہاد ہے کہ اس سے زیادہ طاقت خرچ کرنے سے نفس عاجز و قاصر ہو۔

امام شوکانی فرماتے ہیں:

"او یخرج بطریق الاستنباط فی الاحکام من النصوص ظاھراً او حفظ المسائل او استعلا معا مضامین المفتی او بالکشف عنھا فی کتب العلم۔ فان ذلك وان كان یصدق علیہ الاجتہاد اللغوی، فانہ لا یصدق علیہ الاصطلاحی"[8]

اس طاقت سے مزید طاقت صرف کرنے سے نفس عاجز ہو۔اس مقصر اور قاصر اور اس شخص کا اجتہاد نکل گیا جس نے اپنی مکمل طاقت اور قوت خرچ نہ کی ہو۔

جملہ تعریفات کی روشنی میں اجتہاد کا بنیادی تصور:

کسی فقیہہ کا کسی حکم شرعی عملی کو اس کے ادلہ تفصیلیہ (کتاب، سنت، اجماع و قیاص) سے ظنی طور پر حاصل و مستنبط کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت کو اس قدر اور اس حد تک خرچ کر دینے کا نام اجتہاد ہے کہ نفس اس سے زیادہ طاقت کو خرچ کرنے سے اپنے آپ کو عاجز و قاصر، درماندہ اور تھکا ماندہ محسوس کرے۔

1۔'فقیہہ' کی قید سے معلوم ہوا کہ غیر فقیہہ کا طاقت خرچ کرنا یا استفراغ الوسع اجتہاد نہیں ہے۔

2۔اور حکم شرعی کی قید سے حکم لغوی و عقلی و حی نکل گئے، کیوں کہ ان احکام کے لئے بذل الوسع کا نام اجتہاد نہیں ہے۔

3۔ عملی کی قید سے احکام شرعیہ اعتقادیہ خارج ہو گئے، جیسے علم بوحدانیہ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق علم اس قید سے خارج ہو گیا۔

4۔ ظنی طور پر اس سے احکام قطعیہ نکل گئے کیوں کہ احکام قطعیہ اور اطعیات میں اجتھاد نہیں ہوتا۔

5۔ استنباط سے وہ احکام نکل گئے جو نفوص سے ظاہری طور پر حاصل کئے جاتے ہیں، یا حفظ مسائل، یا وہ مسائل جو کوئی کسی متعلق معلوم کرتا ہے یا کسی کتاب میں کسی علم کی پردہ کشائی کی گئی، تو ان کا اجتھاد نہیں کہا جائے گا۔

شرائط اجتہاد:

یہاں سے مجتہد کی شرائط کو بیان کیا جائے گا کے عمومی مجتہد کا عام طور پر کن شرائط کا حامل ہونا چاہئے اور کن شرائط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مجتہد اجتہاد کا اہل نہیں۔

ڈاکٹر محمد فوزی فیض اللہ لکھتے ہیں:

"شروطه الذاقية فی المجتهد وهی ان یکون مسلما عاقلاً بالغاً عارفاً بالدلیل الحقلی"[9]

یعنی مجتھد کا مسلم، عاقل وبالغ اور دلیل عقلی کا عارف ہونا ضروری ہے۔

کافر، مجنوں، نابالغ اور دلیل عقلی کو نہ پہچاننے والے کا اجتھاد درست نہ ہو گا۔

مطلق اجتھاد کی شرائط:

مطلق اجتھاد کے لئے امت کے مجتھدین نے مختلف شرائط ذکر فرمائی ہیں۔

یعنی مجتھد کی تعریف پر نظر کرتے ہوئے مجتھد کا عاقل وبالغ ہونا ضروری قرار پاتا ہے اور مجتھد کے لئے چوں کہ ایسا ملکہ ہونا ضروری ہے جس کے ذریعہ وہ استخراج احکام میں قادر اور متمکن ہو سکے تو اس قدرت کے حصول کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا مجتھد میں پایا جانا ضروری ہے۔

علامہ شاطبی کا ارشاد:

درجہ اجتھاد کے منصب پر فائز ہونے کے لئے علامہ شاطبی نے دو اہم شرائط ذکر فرمائی ہیں۔

"احدھما: فھم المقاصد الشریعطہ علیٰ کمالھا۔ الثانی: التمکن من الاستنباط بناء علیٰ فھمہ فیھا"[10]

یعنی مجتھد کے لئے مقاصد شریعت کا فہم اور اس فہم کی بنیاد پر احکام شریعت کے استنباط پر قدرت ضروری ہے۔

اہم نقطہ:

ان دونوں حضرات کے کلام سے قدر مشترک کے طور پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ استنباط احکام پر قدرت یہ مجتھد کی بنیادی شرائط میں سے ہے اور اس قدرت و قابلیت پر کون پورا اترتا ہے۔

اس کے لئے امت کے فقہاء کرام اور مجتھدین عظام نے چند شرائط مقرر کی ہیں۔

قرآن کریم کا علم:

قرآن کریم کی پانچ سو آیات جو احکام سے متعلق ہیں ان کا مجتھد عالم ہو اور 500 آیات میں انحصار صرف ظاہر کے اعتبار سے ہے اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ قرآن کریم میں ایسی بھی آیات ہیں جن سے کئی گنا احکام کا استخراج کیا گیا اور قیامت تک کیا جاتا رہے گا۔ بلکہ جس شخص کو قدرت نے فہم صحیح اور تدبر کامل عطا فرمار کھی ہو وہ صرف قصص و امثال والی آیات کریمہ سے بھی احکام شرعیہ نکال سکتا ہے۔ فقہاء کرام نے 500 آیاتِ احکام کا جو ذکر فرمایا ہے ان سے شاید فقہاء کرام کی مراد وہ آیات کریمہ ہیں جو اولاً بالذات احکام پر ہی دلالت کرتی ہیں اور جو بطریق تضمن یا التزام دلالت کرتی ہیں وہ مراد نہیں۔ "واضح رہے کہ قرآن کریم کے علم سے اس کا حافظ ہونا ضروری نہیں امام مقاتل بن سلیمان نے اپنی تصنیف میں ان 500 آیات کو جمع فرمایا ہے"[11]

سنت کا علم:

شریعت اسلامیہ کا دوسرا منبع اور مصدر سنت ہے۔ اس کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔

بعض حضرات کے ہاں پانچ سو احادیث جو احکام سے متعلق ہیں ان کا جاننا مجتھد کے لئے کافی ہے لیکن اس پر اس وجہ سے تعجب ہے کہ وہ احادیث جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں وہ ہزاروں میں ہیں۔ ابن عربی نے "محصول" میں فرمایا: ایسی احادیث کی تعداد تو تین ہزار ہے۔

ابو علی الضریر فرماتے ہیں:

کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ فتویٰ دینے پر قدرت کے لیے ایک مفتی کے لیے ہزار احادیث کا علم کافی ہے؟ فرمایا نہیں، میرے عرض کرنے پہ کہ دو ھزار احادیث کا علم کافی ہے فرمایا نہیں۔ پھر میرے سہ بارہ عرض کرنے پر کہ تین ہزار احادیث کا علم کافی ہے فرمایا نہیں۔ پھر میرے دریافت کرنے پر کہ کیا چار ہزار احادیث کا علم کافی ہے، فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا! پانچ ہزار، اس پر فرمایا! مجھے امید ہے کہ یہ کافی ہو جائے گا۔

لیکن آپ کے بعض ساتھیوں نے فرمایا کہ:

"حضرت امام احمد کا یہ قول احتیاط یا فتویٰ میں سختی پر محول ہے یا اکمل الفقہاء کے لئے 5000 احادیث کی شرط ہے"[12]

اور علم بالسنۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ احادیث کی سند اور متن کو جانتا پہچانتا ہو۔ اور معرفۃ السند سے مراد یہ ہے کہ رجال الحدیث کے علم کے طریقہ سے حدیث کی صحت اور حدیث میں کسی قسم کی علتِ قادحہ کے نہ ہونے کا اطمینان کرے۔ اور متن معرفت یہ ہے کہ حدیث مبارک لغوی اور شرعی معانی کو اچھی طرح جانتا ہو۔

اجماع کا علم:

اجماع کا علم ہونا بھی ایک مجتھد کے لیے ضروری ہے، تاکہ وہ امت کے اجماعی مسائل کے خلاف فتویٰ نہ دے دے[13]

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی رقمطراز ہیں کہ:

"العلم المسائل الاجماع التی سلق الجماع علیھا ! حتیٰ لا یفتی بخلاف ما وقع الاجماع علیه؛ لان الاجماع حجة قطعیه لا تجونا مخالفة"[14]

جس مسئلہ میں اجتھاد ہو رہا ہے صرف اس کے بارے میں جاننا ضروری ہے کہ اس کا فقری اجماع کے خلاف نہیں[15]

اصول فقہ کا عالم ہو:

مجتہد کے لیے اس علم کی کس قدر اہمیت ہے

اس کے لیے امام شوکانی کا ایک خوبصورت جملہ ملاحظہ فرمائیں:

"فان هذا العلم هو عماد فسطاط الاجتهاد، واساسه الذی تقوم علیه ارکان بنائه"[16]

اصول فقہ یہ اجتہاد کے خیمے کا ستون ہے اور اس کی وہ بنیاد ہے جس پر اس کی عمارت کے ستون قائم ہیں اس علم کی اس اجتہاد میں ضرورت محسوس ہوتی ہے، مجتہد کے لئے ضروری ہے کہ اس کے ہر ہر اس مسئلہ پر غور و تدبر کے جو حق تک پہنچاتا ہے۔ اس عمل کے نتیجہ میں اسے فروغ کو اصول پر پیش ورد کرنے کی ضرورت و ملکہ حاصل ہو جائے گا۔ اور وہ بھی انتہائی مختصر عمل کے ذریعہ۔ اگر وہ اس فن اصول فقہ میں ادھورا رہ گیا تو اس کے لئے اصول پر فروغ کو پیش کرنے کا عمل بہت مشکل ہو گا اور مجتہدِ ناقص خلط و خبط میں مبتلا ہو جائے گا۔

امام رازی نے محصول میں فرمایا:

مجتہد کے لئے اہم ترین علم وہ علم اصول فقہ ہے اور امام غزالی نے فرمایا اجتہاد کے عظیم ترین علوم تین فنون پر مشتمل ہیں: حدیث، لغت اور اصول فقہ[17]

عربی زبان کا علم:

شریعت کے اصلی مصادر و منابع چوں کہ عربی میں ہیں قرآن وسعت اور اس کے علاوہ علوم اسلامیہ کا عظیم ذخیرہ عربی زبان میں ہے، اس لئے عربی زبان میں مہارت کے بغیر اجتہاد ممکن نہیں۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

"فالحاصل انه غنى بالمجتهد فى الشريعة عن بلوغ درجة الاجتهاد فى كلام العرب، بحيثيت يصير فهم خطابها له وصفا غير متكلف ولا متوقف فيه فى الغالب الاجتهاد، توقف الفطن الكلام اللبيب"[18]

حاصل یہ ہے کہ شریعت میں درجہ اجتہاد تک پہنچنے والے مجتہد کے لئے کلام عرب میں بھی درجہ اجتہاد تک پہنچے بغیر چارہ نہیں کہ مجتہد کے لئے عربی عبارت اور عربی خطاب سمجھنا عموماً بلا تکلف و توقف کے اس کا خاصہ بن جائے، ہاں عربی کا وہ حصہ اس سے مستثنٰی ہے جس میں کسی فہیم ولبیب کی بات کو سمجھنے میں کوئی ذہین وفطین انسان بھی توقف کرے کہ وہ زیادہ مشکل، دقیق اور صعب ہو گی۔

لغت عربی اہمیت:

جس علم پر صحت اجتہاد موقوف ہے یقیناً وہ علم فرض ہو گا۔ اگر کسی علم کے حصول کے بغیر اجتہاد ہو ہی نہیں سکتا تو لازماً مجتہد اس علم کی طرف رجوع کرنے میں مجبور و مضطر ہو گا۔ اور اگر کوئی چیز اجتہاد کے لئے فرض ہے تو عادتاً درجہ اجتہاد تک پہنچنا اس فرض کے بغیر ممکن نہ ہو گا تو ظاہر ہے کہ اس علم کو مکمل طور پر حاصل کرنا ضروری ہو گا۔ اجتہاد کے لئے قریب ترین علم وہ علم لغت عربی ہے۔ میری مراد اس علم عربی سے تنہا نحو، تنہا صرف یا لغت نہیں ہے اور نہ ہی اس سے میری مراد صرف علم امعانی یا لسان وزبان سے متعلق دیگر مختلف قسم کے علوم ہیں بلکہ اس علم عربی سے میری مراد تمام علم اللسان مع اپنے الفاظ اور معانی ہے۔ علم غریب تصریف (جو علم بالفعل بھی کہلاتا ہے) اور شعر و شاعری سے متعلق علوم جیسے عروض و قافیہ ان کی اجتہاد میں ضرورت نہیں، اگرچہ کمال عربیت میں ان کی ضرورت ہوتی ہے۔ شریعت یا قرآن و سنت جو عربی میں ہیں ان کو کماحقہ وہی سمجھ سکتا ہے جو لغت عربی کو کماحقہ سمجھتا ہے۔ شریعت مقدلہ کی عربی اور کلام عرب کا ایک ہی اسلوب اور انداز ہے۔ اس لحاظ سے جو شخص لغت عربی میں مبتدیء وہ فہم شریعت میں بھی مبتدیء ہو گا اور جو شخص فہم عربی میں متوسط اور درمیانے درجہ کا ہے وہ فہم شریعت میں بھی متوسط اور منجمد ہے۔ اور متوسط کبھی انتہائی بلندی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور جو شخص عربی لغت میں بلند درجہ تک پہنچ گیا وہ فہم شریعت میں بھی اس طرح ہو گا۔ اس آخری شخص کا فہم اسی درجہ کا محبت شمار ہو گا جس طرح کا درجہ صحاب کرام اور دیگر فقہاء کا فہم قرآن حجت تھا۔ اور جو شخص ان حضرات صحابہ و فقہاء کی غایت اور

اور انتہا تک فہم عربی حاصل نہیں کر سکتا، تو اس تقصیر اور فہم عربیت میں کمی کے باعث وہ ان حضرات سے فہم شریعت میں اسی درجہ کم رہے گا اور جس کا فہم ہی کسی چیز میں کم رہ جائے تو یقیناً وہ حجت شمار نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس کا قول اس علم و فن میں قابل قبول ہو گا[19]

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان فرماتے ہیں:

مجتہد پر لازم ہے کہ وہ اس قدر لغت عربیت پر قدرت حاصل کرے جس کی وجہ سے وہ خطاب عربی کو سمجھنے پر قادر ہو سکے۔ اس طرح عربی زبان کے مفردات کے معانی اور عربوں کے اسالیبِ تعبیر کو سمجھنے پر قادر ہو سکے، یا یہ قدرت خواہ سلیقہ سے حاصل ہو خواہ علوم لغت عربی مثلاً نحو، صرف، بلاغت، ادب، معانی اور بیان کے تعلم سے حاصل ہو۔۔۔۔ لیکن مجتہد کے لیے ائمہ لغتِ عربی اور اس فن کے مشہور و ممتاز مفتی و فقہاء کے درجہ کی معرفت لغت عربی ضروری نہیں ہے، بس مجتہد کے لیے فہم عربی کی اتنی مقدار جاننا کافی ہے جو لفوص شرعیہ کے فہم سلیم کے لئے لازم وضروری ہو جس سے مجتہد لفوص کی مراد کو سمجھنے پر قادر ہو سکے[20]

مجتہد کے لئے علم عربی کس قدر جاننا ضروری ہے۔

اس کے بارے میں ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی فرماتے ہیں:

علم لغت عربی کی اتنی مقدار جاننا ضروری ہے جس پر نفوص شرویہ کا فہم تام اور حصول تام موقوف ہے۔ کیوں کہ نفوص کا فہم صحیح ضروری ہے، مگر ان علوم لغت میں ضروری نہیں ہے۔ بلکہ درست فہم کے لیے جتنی مقدار ضروری و لازمی ہے اس کا جاننا افی ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ مضبوط ملکہ ان علوم میں حاصل ہو جائے کہ ان علوم وفنون میں سے کسی فن سے متعلق بحث کرتے وقت جس علم و فن کی ضرورت پڑے وہ ذہن میں حاضر ہو جائے، جیسے نحو، صرف، معانی، بیان اور فقہ حاصل "[21]

امام شوکانی فرماتے ہیں:

"ولا یشرط ان یکون حافظا لها عن ظهر القلب"[22]

ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

"انه بدان تثبت له الملكة القويهة فى هذه اكعكون وانما تثبت هذه الملكه بطول العماريه و كثرة الملازمة الشيوخ هذا الفن"[23]

لغت عربی کے مجتھد کے لیے ضروری ہونے سے متعلق جو عبارات پیش کی گئیں اور اس موضوع پر دیگر کتب کے مطالعہ سے یہ چند امور سامنے آئے ہیں:

1۔لغت عربی کے وہ علوم جو اجتھاد سے متفق نہیں ہیں جیسے شعر وشاعری کے علوم، عروض، قافیہ، ان کا سیکھنا مجتھد کے لیے ضروری نہیں۔

2۔اس طرح وہ علم جن سے لغت عربی میں کمال تام حاصل ہوتا ہے لیکن فہم کلام عربی کے لئے وہ لازم نہیں، ان کا سیکھنا بھی مجتھد کے لیے ضروری نہیں ہے۔

3۔اس طرح اس فن لغت میں امامت یا اس فن کے مشہور و ممتاز ماہرین کا درجہ حاصل کرنا بھی مجتھد کے لیے ضروری نہیں، جیسے امام سہویہ اور امام مبرد اور امام کسائی وغیرہ۔

4۔مجتھد کے لئے اللسان عرب کو زبانی یاد کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔

5۔لسان عرب کی مختصرات یا اس فن کی متوسط مؤلفات کی معرفت مجتھد کے لئے کافی نہیں۔

6۔مجتھد کے لئے اس فن لسانِ عرب کی کس قدر معرفت ضروری ہے اس فن اجتھاد کی شرائط پر غور کرتے ہوئے یہ نکات سامنے آتے ہیں:

7۔لغت عربی کے بنیادی علوم کی معرفت ضروری ہے، نحو، صرف، معانی، بیان۔

8۔لغت عربی کی اتنی معرفت ضروری ہے جس سے مجتھد الفاظ کے معانی، تراکیب کے خواص اور علم صرف و نحو اور معانی و بیان کی خصوصیات و لطائف کو سمجھے۔

9۔ان علوم کا گو حافظ ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ ہی ان میں۔۔۔۔۔ضروری ہے لیکن ان علوم میں اس قدر ملکہ قویہ کا حصول ضروری ہے کہ اس فنون سے بحث کرتے وقت یہ ذہن میں۔۔۔۔۔۔ہو جائیں۔

10۔ان علوم و فنون میں کثرت محارست اور ان فنون کی کتب پر وسیع معلومات بھی مجتھد کے لئے از بس ضروری ہے۔ تاکہ ان علوم میں ملکہ قویہ حاصل ہو جائے اور یہ ملکہ طول محارست اور اس فن کے اساتذہ کے ساتھ کثرت ملازمت و طول صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔

مجتھد کے لیے الم لسان یا علم لغتِ عربی کی کتنی مقدار حاصل ہونی چاہیئے اس میں بعض حضرات کے ہاں کچھ شدت نظر آتی ہے اور بعض کے ہاں تخفیف ہے۔ان سب کا حاصل یہی ہے کہ ان علوم کی مزاولت و مہارت، درس و تدریس اور اس فن کے ماہرین اور اساتذہ کرام سے ملازمت و صحبت سے ایک ملکہ قویہ حاصل ہو جائے۔اس ملکہ سے

1۔الفاظ کے معانی بھی سمجھ آجائیں گے۔

2۔ فہم سلیم اور فہم سدید کلام عرب کا حاصل ہو جائے گا۔

3۔کلام عرب کی تراکیب، علمِ معانی و بیان کے لطائف المزایا بھی حاصل ہو جائیں گے۔

4۔ شریعت مقدسہ کے علوم یعنی قرآن و سنت اور دیگر عربی مصادر و مراجع تک رسائی بھی ممکن ہو جائے گی۔

اسی ملکہ کی برکت سے ادران علوم میں ممارست کی بدولت کسی مسئلہ میں اجتھاد تحقیق یا بحث کرتے ہوئے جب ان علوم و فنون کی ضرورت پڑے گی تو یہ خود بخود یا مطالعات کتب کی طرف رجوع سے حاضر و مستحضر ہو جائیں گے۔

(فقہ المقاصد) مقاصد شریعت سے واقفیت:

حضرت امام شاطبی فرماتے ہیں:

"انما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفين: احدهما: فهم مقاصد الشرب على كمالها، والثاني: التمكن من النبساط بناء على فهمه فيها"[24]

امام شاطبی کے ہاں مجتھد کے لیے صرف دو شرطیں ہیں مقاصد شریعت کا اہتمام و کمال فہم اور اس فہم کی بنیاد پر احکام کا استخراج و انبساط۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی مقاصد شریعت اور الفاظ حاجات و مصالح کی رعایت رکھنے کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

عموماً معاملات میں ہی اجتھاد کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لوگوں کے معاملات کو جائز قرار دینے سے اللہ تعالیٰ کی منشاو مرادلوگوں کی ضروریات اور مصالح کی رعایت رکھنا ہے[25]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وما ارسلنك الا رحمة للعلمين"[26]

اس رحمت کا تقاضا ہی لوگوں کے مصالح کی رعایت ہے اور ان مصالح کی رعایت کو جو چیز اور پختہ کرتی ہے وہ یہ کہ شریعت دو طرح کے احکام پر مشتمل ہے۔

1۔ احکام عامہ: یہ عزیمت کہلاتے ہیں۔

2۔ احکام خاصہ: جو رخصت کہلاتے ہیں۔

کیوں کہ دوسری قسم کے احکام میں استثنائی احوال و ظروف اور معروضی اعداد کی رعایت رکھی گئی ہے، اس لیے ان کو رخصہ بھی کہتے ہیں۔

"إباحة المحظورات عند الضرورات أو الحاجات"[27]

یہ لوگوں پر رحمت و شفقت کے پیش نظر فرمایا گیا ہے تاکہ احکام شریعت لوگوں کے موافق ہوں۔ اس پر تنگی نہ ہو۔ لوگ شریعت سے متنفر نہ ہوں اور شریعت کے حدود سے تجاوز اور اس کے نظام کی مخالفت کر کے گناہ میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔ یا وہ کسی ضرر اور مشقت میں گرفتار ہو جائیں۔

دار قطنی نے مسنداً روایت کیا ہے:

"لاضرر ولاضرار"[28]

جب معاملات لوگوں کے حوائج و مصالح کی رعایت ساتھ مشروع ہیں تو مناسب ہے کہ ہر قدیم و جدید 'اجتھاد' میں حاجت اور مصلحت کی رعایت رکھی جائے۔ اور چوں کہ حوائج و ضروریات نت نئی سامنے آتی ہیں اور انسانی مصالح وقت کے ساتھ متغیر و منقلب ہوتے رہتے ہیں تو اس وجہ سے "اجتھاد" کو بھی ضرورت اور حاجت کے ساتھ ساتھ دائر

اور چلنا چاہئے۔ اور اگر ہم مصالح کی رعایت نہیں کریں گے تو بہت سے انسانی مصالح معطل ہو جائیں گے۔ چر یعت جامد اور زمانے کے ساتھ چلنے اور زمانے کا ساتھ دینے سے رک جائے گی۔ اور اس میں اتنا بڑا نقصان ہے جو مقاصد شریعت سے متفق نہیں اور مقاصد شریعت سے مراد مصالح کا اثبات اور لوگوں کے نقصان اور مفاسد کو دور کرنا ہے۔

ڈاکٹر جے پوری بحث کے خلاصہ کے طور پر آخر میں لکھتے ہیں:

"وحینئذٍ لا بدمن اصرار احکام اجتہادیہ جدیدۃ تتلاءم مع مقاصد شریعہ العامہ واھافھا الکبریٰ حتیٰ یتحقق خلود الشریعۃ وصلاحیتھا الدائمہ"[29]

اس وقت ضروری ہو جاتا ہے کہ ایسے جدید اجتہادی احکام صادر و جاری کئے جائیں جو عام مقاصد شریعت اور اس کے بڑے احداف سے موافق ہوں تا کہ شریعت کی ہیشگی اور اس کی دائمی صلاحیت باقی رہے۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان رقم طراز ہیں:

مجتہد کے لیے اجتھاد کی شرائط میں سے مقاصد شریعت، احکام کی علتیں اور لوگوں کے مصالح کی معرفت ہے، تاکہ غیر منصوص احکام کا استنباط ممکن ہو سکے۔ یہ انستنباط یا بطریق قیاس ہو گا۔ یا مصلحت اور لوگوں کی ان عادات کی بنا پر ہو گا جن کے لوگ اپنے معاملات میں عادی اور ان عادات سے مانوس ہیں۔ تا کہ ان کی مصلحتوں کی رعایت رکھی جا سکے۔ اسی وجہ سے لوگوں کے مصالح کے لوازم اور ان مصالح پر مبنی احکام کے استنباط کے لوازم میں سے یہ بات بھی ہے کہ لوگوں کے عرف اور عادات کا احاطہ "کیوں کہ ان کی رعایت سے مشروع مصالح کی رعایت ممکن ہے[30]

ان تمام عباراتِ مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ شریعت مقدسہ کا مطمع نظر اور مقصد احکام میں بندوں کے مصالح کی رعایت واثبات اور مفاسد اور مضار و حرج کو دفع کرنا ہے۔ اور اس کے چند دلائل ہیں۔

1۔ قرآن کریم کے مجموعی مطالع سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ عدم الحرج ہے۔

2۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے مستخرج قواعد سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

3۔ رسول اکرمؐ کی صفت "رحمت العالمین کے ساتھ متصف بنا کر مبعوث فرمایا۔

4۔ قواعد فقہیہ بھی اسی کے شاھد ہیں۔

5۔اصول فقہ میں احکام کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔

1۔عزیمت۔

2۔رخصت،رخصت کے معنی ہی یسر اور سہولت کے ہیں یعنی بندوں کے اعذار کی بنا پر انکی خاطر ان کو مشروع کیا گیا۔

6۔معاملات کا جواز اور مشروع ہونا۔

ان تمام گذشتہ دلائل کا منشاء یہی ہے کہ جب کسی جدید مسئلہ میں اجتھاد کیا جائے تو یہ مقصد شریعت یعنی "بندوں کے مصالح کی رعایت اور مفاسد کا دفعیہ "مجتہد کے پیش نظر رہنا چاہیے۔

اور اس مقصد شریعت کا پیش نظر رہنا کیوں ضروری ہے۔

1۔لوگ مشقت اور تنگی میں مبتلاءنہ ہوں۔

2۔مشقت کی وجہ سے محاصی میں مبتلاءنہ ہو جائیں۔

3۔ہماری شریعت وقتی اور عبوری نہیں بلکہ دائمی ہے اور اس کا دوام اور تسلسل تبھی ممکن ہے۔جب اس میں یسر اور سہولت ہو،اور احکام جدیدہ انسانی طبائع سلیمہ کے موافق اور ان کے لیے قابل قبول ہوں۔اور اس مقصد شریعت کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے شریعت کے احکام جمود اور تعطل کا شکار ہو جائیں گے۔

اور اس مقصد شریعت کا حصول تب ہو گا،جب مجتھد ان دو باتوں سے بخوبی واقف ہو۔

1۔مقاصد شریعت

2۔لوگوں کے عرف وعادات اور مصالح

اجتماعی اجتہاد:

اجتماعی اجتہاد اور اُس کی شرائط حسب ذیل ہیں:

حافظ ہیثمی "مجمع الزوائد"میں فرماتے ہیں:

اجتہاد کی ضرورت صرف ایسے مسائل میں معتبر ہے جن میں (کوئی نص صریح نہ ہو) نہ رسول اللہ کی کوئی سنت (حدیث) ہو نہ وحی الٰہی (نص قرآن) ہو۔ایسے مسائل کا حل لابدی طور پر جماعت علماء کے مشورہ سے کیا جائے

نہ کہ کسی شخصی رائے سے۔ اس اجتہاد کے اراکین میں بیک وقت دو وصف ضرور موجود ہونے چاہئیں، ایک تفقہ فی الدین، دوسرا تقویٰ و عبادت گزاری[31]

دور جدید اور عصر حاضر میں اجتہاد:

دور حاضر میں اس امر کو بہت زور و شور سے کہا جاتا ہے کہ علماء کرام نے "اجتہاد" کا دروازہ بند کر دیا ہے اور فکری اور فقہی جمود کو امت پر مسلسل مسلط کر رکھا ہے جس کی وجہ سے امت پر ترقی کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ لیکن سنجیدگی سے اگر اس پر غور کیا جائے تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کے اجتہاد اور اس کا دروازہ تو ابتدائی تین صدیوں کے بعد سے اس لحاظ سے بند ہے کہ اس کے بعد اجتہاد کا عمل اس دائرہ کار میں قاب لعمل رہا ہے جو مسلمہ فقہی مکاتب فکر نے طے کر دیے تھے اور یہ کسی کے بند کرنے سے بند نہیں ہوا بلکہ ضرورت پوری ہو جانے کے بعد فطری طور پر خود بخود بند ہو گیا ہے جیسا کہ کسی بھی علم کا فطری عملی یا پراسس میں ہوتا ہے، البتہ مسلمہ اور مقبول فقہی مکاتب فکر کے متعین کردہ اصولوں کے دائرہ میں اجتہاد کا معاملہ قدرے تفصیل طلب ہے۔ اس بارے میں ہماری رائے یہ ہے جو فقہ جس دور میں بھی کسی اسلامی مملکت کا قانون رہی ہے، اس میں وقت کی رفتار اور ضرورت کے مطابق اجتہاد کا عمل بھی جاری رہا ہے۔ اس اجتہاد میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنے کے ساتھ ساتھ پرانے فقہی فتاویٰ پر نظر ثانی کا عمل بھی شامل ہے۔ خلافت عثمانیہ اور جنوبی ایشیا کی مغل حکومت دونوں کا قانون فقہ حنفی پر مبنی تھی خلافت عثمانیہ میں "مجلۃ الاحکام العدلیہ" کی تدوین اور مغل حکومت میں "فتاویٰ عالمگیری" کی ترتیب کے کام پر نظر ڈال لیجیے، آپ کو سابقہ فقہی فتاویٰ پر نظر ثانی اور نئے مسائل کے حل کی اجتہادی کاوشیں دونوں جگہ یکساں دکھائی دیں گی۔ موجودہ دور میں سعودی عرب میں حنبلی فقہ کی عمل داری ہے، آپ اس کا جائزہ لیں گے تو سعودی قضاۃ کے فیصلوں میں آپ کو حنبلی فقہ اب سے دو سو برس قبل کی جزئیات کی شکل میں نہیں بلکہ آج کی ضروریات اور تقاضوں کے حوالے سے جدید اجتہادات کی روشنی میں آگے بڑھتی نظر آئے گی۔ عصر حاضر میں مجمع الفقہ الاسلامی جدہ ، مجلس تحقیق مسائل حاضرہ پاکستان، اور مجمع البحوث الاسلامیہ مصر، ادارہ تحقیقات اسلامی، دور حاضر میں اجتماعی اجتہاد سے متعلق ادارے ہیں جو جدید مسائل کو حل کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کے دور حاضر کے مسائل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اجتماعی اجتہاد کے اداروں میں اضافہ کیا جائے اور لوگ ان سے استفادہ کر سکیں۔

نتائج بحث:

1۔ اجتہاد نام ہے شریعت کے کسی معاملہ اور کسی امر کی جستجو و تلاش میں مبالغہ کرنا اور کسی بات کی جستجو میں غایت اور انتہا تک پہنچنا2۔ حکم شرعی عملی کو اس کے ادلہ تفصیلیہ (کتاب، سنت، اجماع و قیاص) سے ظنی طور پر حاصل و مستنبط کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت کو اس قدر اور اس حد تک خرچ کر دینے کا نام اجتھاد ہے۔

3۔ اس کی شرائط قرآن و سنت اجماع اصول فقہ، لغت عرب اور فقہ المقاصد پر دسترس کا ہونا ہیں

4۔ اجتہاد ہی قانون اسلامی کو دوسرے قوانین سے ممتاز کرتا ہے جمود کو توڑ کر قانون اسلامی کی نئ جہتوں کو روشناس کرانے کے ساتھ اس قانون کو نئ وسعتیں عطا کرتا ہے

5۔ قرون اولی کے بعد اجتہاد کسی نہ کسی شکل میں امت میں باقی رہا اور ہر دور کے فقہاء نے اس میں اپنا کردار کیا ہے اور عصر حاضر میں اجتماعی اجتھاد کے مختلف ادارے موجود ہیں جو نئے جدید فقہی مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔

حوالہ جات

---

[1] ابن فارس، أحمد بن زكرياء القزويني الرازي، معجم مقاييس اللغة (المتوفى: 395ھ-)، ن دار الفكر 1399ھ-، ج1 ص، 486

[2] المُطَرِّزِىّ، برهان الدين الخوارزمي، المغرب (المتوفى: 610ھ-) الناشر: دار الكتاب العربي، ج1 ص97

[3] الرازي، زين الدين أبو عبد الله محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الحنفي، مختار الصحاح (المتوفى: 666ھ-)، ن المكتبة العصرية الدار النموذجية، بيروت ط،5 ج،1 ص63

[4] ابن منظور الإفريقي، محمد بن مكرم بن على، لسان العرب (المتوفى: 711ھ-)، ن دار صادر بيروت، ط الثالثة، 1414ھ، ج3 ص135

[5] شاہ ولي الله، أحمد بن عبد الرحيم، عقد الجيد في أحكام الاجتهاد، (المتوفى: 1176ھ-) ن المطبعة السلفية–القاهرة، ج1، ص3

[6] تمر تاشی، محمد بن عبد اللہ احمد، الوصول الی قواعد الاصول، ط دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، ص284

[7] شوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول الیٰ تحقیق الحقعن علم الاصول، دار السلام، ج2 ص716

[8] ایضا: ج2 ص715

[9] فیض اللہ، ڈاکٹر، محمد فوزی، الاجتھاد فی الشریعۃ السلامیہ، ص169

[10] شاطبي، إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي، الموافقات (المتوفى: 790ھ-) ن دار ابن عفان، ط، الأولى 1417ھ-، ج4 ص784

[11] ارشاد الفحول الیٰ تحقیق الحقعن علم الاصول: ج2، ص716

[12] ایضا: ج2 ص718

[13] ایضا

[14] وھبۃ زحیلی،، موسوعۃ الفقہ الاسلامی المعاصر، دار المکتبی ج2، ص 497

[15] ڈھلوی، اسلام خالد، اسلام کا نظریہ اجتہاد، شریعہ اکیڈمی ص 24

[16] ارشاد الفحول الیٰ تحقیق الحقعن علم الاصول: ج2، ص720

[17] ایضا

[18] الموافقات، کتاب الاجتہاد: ص719

[19] ایضا: ص789

[20] زیدان، عبد الکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، دار الکتب السلفیہ لاہور، ص406

[21] موسوعۃ الفقہ الاسلامی المعاصر، ج1، ص497

[22] ارشاد الفحول الیٰ تحقیق الحقعن علم الاصول: ج2، ص719

[23] ایضا: 719

[24] الموافقات: ص784

[25] موسوعۃ الفقہ الاسلامی المعاصر۔ ج2، ص497

[26] الانبیاء: 107، 30

[27] عبد الوهاب خلاف، علم أصول الفقه (المتوفى: 1375هـ) مكتبة الدعوة - شباب الأزهر (عن الطبعة الثامنة لدار القلم) ط، عن الطبعة الثامنة لدار القلم

[28] دار قطنی، احمد بن مهدی، باب کتاب البیوع، ج3، ص ۶۴، ح ۳۰۶۰

[29] موسوعۃ الفقہ الاسلامی المعاصر، ج4، ص83

[30] الوجیز: ص425

[31] الھیثمی، الحافظ نور الدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (المتوفی: ۸۰۷ھ) باب الإجماع ج، ا ص، ۱۷۸ ط: دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰۸ھ